مولانا امین احسن اصلاحی کی تفسیر ''تدبر قرآن'' کے

تفسیری اصولوں کا جائزہ

قسط نمبر 5

تحریر: مولانا حافظ صلاح الدین یوسف (مشیر وفاقی شرعی عدالت پاکستان)

ہماری گزارش: ہم عرض کریں گے کہ یہ بات تو واضح ہے کہ قرآن میں کسی جگہ اختصار و اجمال ہے تو دوسری جگہ اس کی تفصیل و توضیح ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے: ﴿القرآن یفسر بعضه بعضا﴾ اور واقعہ یہ ہے کہ تمام مفسرینِ امت نے اس اصول کو تسلیم کیا ہے اور اسے ملحوظ رکھا ہے۔ یہ بھی کوئی نئی بات یا کوئی نیا اصول نہیں ہے، البتہ یہاں بھی فراہی گروہ اور مفسرینِ امت کے درمیان ایک واضح فرق ہے کہ اہلِ سنت مفسرین نے اس اصول کی آڑ میں احادیث کی اہمیت سے نہ انکار کیا ہے اور نہ کہیں ان کو نظر انداز کر کے قرآن کے نام پر قرآن کی من مانی تفسیر کی ہے۔ جبکہ فراہی گروہ نے بہ مصداق (کلمة حق أرید بها الباطل) کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس عنوان کو احادیث صحیحہ کے ردّ کیلئے استعمال کیا، جیسے لفظ ''تقتیل'' کے مفہوم میں اس کی تفصیل گزری۔ لفظ ''تقتیل'' کے ساتھ یہ زور آزمائی اس لیے کی گئی کہ احادیثِ رجم کو مردود قرار دے کر اپنے خود ساختہ نظریہ رجم کا اثبات کیا جا سکے۔ اس کی ایک دوسری مثال پیش کر کے ہم اپنی بات کو مزید واضح کرتے ہیں، بعون الله و توفیقه.

﴿فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾ کی صحیح اور مسلّمہ تفسیر

یہ دوسری مثال سورت تحریم میں بیان کردہ واقعہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی بعض ازواج مطہرات کی دل جوئی کی خاطر کوئی چیز حرام کر لی تھی جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تنبیہ فرمائی کہ ایسا کیوں کیا! گویا اللہ تعالیٰ نے اس طریقے سے اس بات کو واضح فرما دیا کہ حلال و حرام کا اختیار پیغمبر کو بھی حاصل نہیں۔ وہ بھی اللہ کی طرف سے نازل شدہ حلت و حرمت کے احکام کا پابند ہے۔ اس معاملے میں نبی کریم ﷺ کی طرف سے ذرا سا تسامح ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً اس کی اصلاح فرما دی، جیسا کہ اور بھی بعض مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو محبت آمیز انداز میں ایسی تنبیہ فرمائی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے کس چیز کو اپنے لیے حرام ٹھہرایا تھا؟ اس کی وضاحت قرآن میں نہیں ہے،

البتہ احادیث میں اس کی تفصیل موجود ہے۔اس کی ضروری تفصیل ہم اپنی تفسیر ''احسن البیان'' سے نقل کرتے ہیں: ''اس سلسلے میں ایک تو وہ مشہور واقعہ ہے جو صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہ میں نقل ہوا ہے کہ آپ ﷺ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ دیر ٹھہرتے اور وہاں شہد پیتے۔حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما دونوں نے وہاں معمول سے زیادہ دیر ٹھہرنے سے روکنے کے لیے یہ اسکیم تیار کی کہ ان میں سے جس کے پاس بھی رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں تو وہ ان سے یہ کہے کہ اللہ کے رسول ﷺ! آپ کے منہ سے مغافیر (ایک قسم کا پھول جس میں بساند ہوتی ہے) کی بو آرہی ہے۔چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تو زینب رضی اللہ عنہا کے گھر صرف شہد پیا ہے، اب میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ نہیں پیوں گا لیکن تم یہ بات کسی کو مت بتلانا۔'' [صحیح بخاری]

سنن نسائی میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایک لونڈی تھی جس کو آپ نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بھی صحیح کہا ہے۔[سنن نسائی] جب کہ کچھ دوسرے علماء اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔اس کی تفصیل دوسری کتابوں میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ یہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا تھیں جن سے نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے۔یہ ایک مرتبہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر آگئی تھیں جب کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا موجود نہیں تھیں۔اتفاق سے انہی کی موجودگی میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا آگئیں، انہیں نبی کریم ﷺ کے ساتھ اپنے گھر میں خلوت میں دیکھنا ناگوار گزرا جسے نبی کریم ﷺ نے بھی محسوس فرمایا جس پر آپ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو راضی کرنے کے لیے قسم کھا کر ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام کرلیا اور حفصہ رضی اللہ عنہا کو تاکید کی کہ وہ یہ بات کسی کو نہ بتلائے۔امام ابن حجر رحمہ اللہ ایک تو یہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے بیک وقت دونوں ہی واقعات اس آیت کے نزول کا سبب بنے ہوں۔[فتح الباری: ۸/۸۳۷، ۸۳۸]

امام شوکانی رحمہ اللہ نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا ہے اور دونوں قصوں کو صحیح قرار دیا ہے۔'' [تفسیر احسن البیان، تفسیر سورۂ تحریم، ص: ۱۲۹۸۔ طبع بیروت] گویا وہ پوشیدہ بات شہد کو یا ماریہ کو حرام کرنے والی بات تھی جو نبی کریم ﷺ نے بطور راز حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کی تھی لیکن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی یہ راز دارانہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جا کر بتلادی۔اللہ تعالیٰ نے بہ ذریعہ وحی خفی اس بات سے آگاہ کردیا کہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کا راز عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتلادیا ہے تو آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا: تم نے راز کی یہ بات (عائشہ رضی اللہ عنہا کو) بتلادی ہے۔تو حفصہ رضی اللہ عنہا پریشان بھی ہوئیں اور حیران بھی۔سوچا کہ یہ بات

نبی کریم ﷺ کو بتلانے والی عائشہ رضی اللہ عنہا ہی ہوں گی کیونکہ یہ راز ان دو کے علاوہ کسی کے علم میں نہیں تھا۔ اس لیے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: آپ کو بتلانے والا کون ہے؟ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا خیال تھا کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کا نام لیں گے۔لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس نے بتلایا ہے جو سب کچھ جاننے والا اور سب سے زیادہ باخبر ہے، یعنی اللہ تعالیٰ۔

اس سے یہ بات واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ کو یہاں تک پہنچانے والیاں کہ آپ ﷺ نے ایک حلال چیز کو اپنے لیے حرام ٹھہرالیا، حضرت حفصہ وحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں۔ گو دونوں کا مقصد کوئی برا نہیں تھا، تاہم بشریت کے ناتے ایک فطری کمزوری کا اظہار تھا کہ نبی اکرم ﷺ کی خصوصی محبت اور توجہ دوسری ازواج سے ہٹ کر ان کی طرف ہو جائے۔ متعدد زوجیات کی صورت میں ایسی صورت حال انسانی معاشروں میں عام ہے۔ بلاشبہ ازواج مطہرات زہد وورع، تقویٰ و پارسائی اور اخلاق وکردار کی بلندیوں پر فائز تھیں۔ تاہم کسی موقع پر کسی بشری کمزوری کے اظہار سے ان کی عظمت ومنزلت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ عظمت ومرتبت مجموعی کردار سے ملتی ہے، اس میں اِکادُکا واقعات سے کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

صحیح روایات اور خود آیات کا سیاق اس بات کا مظہر ہے کہ ان دونوں ازواج مطہرات سے ایسی بشری کمزوری کا اظہار ضرور ہوا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو بھی تنبیہ کرنا ضروری سمجھی اور مذکورہ ازواج مطہرات کو بھی توبہ کی تلقین ﴿اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾ کے الفاظ میں فرمائی، بلکہ اس کے بعد کے الفاظ ﴿وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ......﴾ بھی اس کے مؤید ہیں ورنہ آپ کے خلاف دونوں کو جتھہ بندی کے نتائج سے ڈرانے کے کیا معنی ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ تمام مفسرین امت اور اُردو کے تمام مترجمین نے ﴿صغت قلوبكما﴾ کا یہی مفہوم بیان کیا ہے کہ تمہارا توبہ کرنا تمہارے لیے بہتر ہے کیوں کہ تمہارے دل حق سے دوسری طرف مائل ہو گئے ہیں، یا جھک گئے ہیں۔ اسی کو کسی نے ''کج ہو گئے'' سے تعبیر کیا ہے، یا ''توبہ کی طرف مائل ہو گئے'' ہیں۔ حق کیا تھا؟ یہی کہ نبی ﷺ کو ان کی مرغوب اور پسندیدہ چیزوں سے ہٹانے کے لیے کوئی تدبیر نہ کی جاتی اور حق سے دوسری طرف مائل ہونا کیا ہے؟ ایسی تدبیر کرنا کہ نبی کریم ﷺ کی پسندیدہ چیزوں کو ان کی نظروں میں ناپسندیدہ اور ناپسندیدہ چیز کو پسندیدہ سمجھنے پر مجبور کر دیا جائے۔ مذکورہ ازواج مطہرات (حضرت حفصہ وحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) نے یہی دوسری تدبیر کی جس کو اللہ تعالیٰ نے ﴿فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾ قرار دے کر ﴿اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللّٰهِ﴾ کی طرف توجہ دلائی۔

تمام عربی مفسرین نے بھی اس کا یہی مفہوم بیان کیا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ کسی نے بھی اسے

ازواج مطہرات کی نہ تنقیص قرار دیا ہے اور نہ سمجھا ہی ہے۔صرف صاحب تفسیر قرطبی نے قیل (کہا گیا ہے) کہہ کر وہ دوسرا مفہوم بھی بیان کیا ہے جو فراہی گروہ باور کرا رہا ہے اور اہل علم جانتے ہیں کہ قیل (صیغہ تمریض) کے لفظ سے جو بات بیان کی جاتی ہے، وہ غیر معتبر ہوتی ہے کیوں کہ اس کا قائل ہی نامعلوم ہوتا ہے۔اسی طرح اردو کے تمام مترجمین نے ﴿صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾ کا ترجمہ ومفہوم ''حق سے دوسری طرف مائل ہو جانے، جھک جانے یا کج ہونے'' ہی کا بیان کیا ہے۔کسی نے بھی وہ دوسرا مفہوم مراد نہیں لیا ہے جو فراہی گروہ لے رہا ہے جس کی تفصیل ابھی آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

اُردو تراجم وتفاسیر: برصغیر پاک وہند میں سب سے پہلا معروف اور دستیاب ترجمہ شاہ ولی اللہ کا فارسی ترجمہ ہے (کیونکہ اس وقت فارسی کا چلن عام تھا) شاہ صاحب نے ترجمہ کیا: ''ہر آئینہ کج شدہ است دلِ شما'' یعنی تمہارے دل کج (ٹیڑھے) ہو گئے ہیں۔اس کے بعد جب سے اب تک، ہماری نظر سے جو ترجمے گزرے ہیں، وہ سب اسی مفہوم کے حامل ہیں۔کچھ لفظی اختلاف تو ہیں لیکن مفہوم (حق سے دوسری طرف مائل ہونے) میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔فہرست حسب ذیل ہے۔

- ☆ شاہ رفیع الدین (شاہ ولی اللہ کے صاحبزادے) ☆ شاہ عبدالقادر (شاہ ولی اللہ کے صاحبزادے)
- ☆ مولانا وحید الزمان حیدر آبادی (تفسیر وحیدی)
- ☆ مولانا سید شبیر احمد (آسان قرآن تحریک)
- ☆ مولانا عبدالماجد دریابادی (تفسیر ماجدی)
- ☆ ڈاکٹر محمد ایوب خاں (تفسیر ستاری از مولانا عبدالستار دہلوی)
- ☆ مولانا ثناء اللہ امرتسری (تفسیر ثنائی)
- ☆ مولانا محمد جوناگڑھی (تفسیر ابن کثیر اردو ترجمہ)
- ☆ مولانا احمد رضا خاں بریلوی (کنز الایمان)
- ☆ ڈاکٹر طاہر القادری (عرفان القرآن)
- ☆ مولانا مودودی (تفہیم القرآن)
- ☆ مولانا عبدالرحمان کیلانی (تفسیر تیسیر القرآن)
- ☆ مولانا تقی عثمان (آسان ترجمہ قرآن)

اس میں البتہ دوسرا مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے کہ ''تمہارے دل توبہ کی طرف مائل تو ہو ہی گئے ہیں، اس لیے اب تمہیں توبہ کر لینی چاہیے۔'' لیکن مآل اس کا بھی وہی ہے جو پہلے مفہوم کا ہے، جیسا کہ ہم پہلے وضاحت کر آئے ہیں۔یہی مفہوم ''بیان القرآن'' اور ''معارف القرآن'' میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

تفسیر بیان القرآن از مولانا تھانوی: ترجمہ وتفسیر: ''اے (پیغمبر کی) دونوں بی بیو! اگر تم اللہ کے

سامنے توبہ کرلو تو (بہتر ہے کیونکہ مقتضی توبہ کا موجود ہے وہ یہ کہ) تمہارے دل (اس طرف) مائل ہو رہے ہیں (کہ دوسری بی بیوں سے ہٹا کر آپ کو اپنا ہی بنا لیں اور گو یہ امر بہ اعتبار اس کے کہ مقتضی اس کا حبِ رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہے، قبیح نہیں ہے لیکن چونکہ اس میں دوسروں کے حقوق کا اتلاف اور کسر قلوب لازم آتا ہے اور مستلزم قبیح قبیح ہوتا ہے، اس اعتبار سے قبیح وموجب للتوبة ہے) اور اگر (اسی طرح) پیغمبر کے مقابلے میں تم دونوں کارروائیاں کرتی رہیں تو...... الخ۔'' [ص: ۱۰۷۸۔ تاج کمپنی ۱۹۵۹ء] تفسیر معارف القرآن از مفتی محمد شفیع: ''اگر تم توبہ کرو جیسا کہ اس واقعے کا تقاضہ ہے کہ تمہارے دل حق سے مائل ہو گئے کیوں کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی محبت اور آپ کی رضا جوئی ہر مومن کا فرض ہے مگر تم دونوں نے باہم مشورہ کر کے ایسی صورت اختیار کی جس سے آپ کو تکلیف پہنچی، یہ ایسا گناہ ہے کہ اس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔'' [تفسیر معارف القرآن: ۵۰۱/۸] تفسیر احسن البیان اور لفظی ترجمہ معانی القرآن الکریم (کلاھما از حافظ صلاح الدین یوسف)

تفسیر اور لفظی ترجمے میں: ''تمہارے دل (حق سے) ہٹ گئے ہیں۔'' اور حق سے ہٹ جانے کا مطلب تفسیر میں بیان کیا گیا ہے: ''اور وہ ہے ان کا ایسی چیز کا پسند کرنا جو نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے لیے ناگوار تھی۔''

☆ مولانا احمد سعید دہلوی (تفسیر کشف الرحمان)

☆ ترجمہ تسہیل القرآن (فیروزسنز، زیر نگرانی مولوی فیروز الدین)

☆ مولانا عبدالستار دہلوی (تفسیر ستاری بنام حدیث التفاسیر۔ اس میں دو ترجمے ہیں، دونوں میں وہی عام ترجمہ ہے)

☆ حافظ نذر احمد (لفظی اور با محاورہ، دونوں میں صغت بہ معنی زاغت ہے)

☆ پروفیسر حمید عسکری، لاہور (تمہارے دل جھک پڑے ہیں)

☆ مولانا عبید اللہ (لفظی اور با محاورہ ترجمہ، دونوں میں ''تمہارے دل راہ راست سے ہٹ گئے ہیں'')

☆ ڈپٹی نذیر احمد (تم دونوں نے کج رائی اختیار کی ہے)

☆ مولانا محمود الحسن دیوبندی (ترجمہ شیخ الہند۔ اس کے حاشیے پر تفسیر عثمانی از مولانا شبیر احمد عثمانی ہے)

☆ سید احمد حسن دہلوی (احسن التفاسیر۔ اس میں ترجمہ شاہ عبدالقادر والا ہی ہے)

☆ پیر کرم شاہ ازہری (تفسیر ضیاء القرآن)

اس آخر الذکر تفسیر میں بھی ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے جو مولانا تقی عثمانی کے دوسرے مفہوم میں گزرا، یعنی تمہارے دل بھی (توبہ کی طرف) مائل ہو چکے ہیں۔'' لیکن تفسیر میں مطلب وہی بیان کیا گیا ہے جو تمام عربی واردو تفاسیر وتراجم میں ہے۔ ملاحظہ فرمائیے!

’’آیت کا مطلب ہوگا کہ تمہارے دل مائل ہو گئے ہیں۔ کدھر مائل ہو گئے ہیں؟ اس کی تشریح علامہ آلوسی نے یہ ایں الفاظ کی ہے: (**ما لت عن الواجب من مخالفته ما یحبه و کراهة ما یکرهه الی مخالفته**) تم پر واجب تو یہ تھا کہ ہر بات میں حضور کی موافقت کرتیں، جو چیز حضور کو پسند ہوتی تم بھی اس کو پسند کرتیں، جو چیز حضور کو ناپسند ہوتی تم بھی اس کو ناپسند کرتیں۔ لیکن تم نے ایسا نہ کیا، تمہارے لیے یہ کسی طرح مناسب نہ تھا۔ اس لیے اس فروگزاشت سے جتنی جلد توبہ کروگی تمہارے لیے اتنا ہی بہتر ہوگا۔‘‘

آگے دوسرے مترجمین کے بارے میں لکھا ہے: ’’اللہ تعالیٰ نے جب زاغت کا لفظ استعمال نہیں کیا (جس کا معنی ٹیڑھا ہونا یا کج ہونا ہے) بلکہ صغت کا لفظ استعمال کیا ہے تو اس کا ترجمہ ’’تمہارے دل کج ہو گئے، یا ٹیڑھے ہو گئے ہیں، یا سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں۔‘‘ کسی طرح مناسب نہیں۔‘‘ [تفسیر ضیاء القرآن: ۲۹۹:۲۹۸/۵] لیکن پیر صاحب نے خود مائل ہونے کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ بھی سیدھی راہ سے ہٹ جانے کے علاوہ کیا ہے؟ صرف الفاظ ہی کا فرق ہے، مفہوم و مطلب بھی دوسرے مترجمین کا وہی ہے جو پیر صاحب نے لیا ہے۔ علاوہ ازیں پیر صاحب کی مذکورہ عبارت میں بھی ان ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے رویے کو ’’فروگزاشت‘‘ ہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ فروگزاشت کیا ہے؟ یہ سیدھی راہ سے ہٹ جانا نہیں ہے تو کیا ہے؟ پھر آگے چل کر ﴿عَسٰی رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ......﴾ کے تحت بھی موصوف نے لکھا ہے:

’’ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو تادیب کی جا رہی ہے کہ بے شک تمہاری بڑی شان ہے تم معزز خاندانوں کی چشم و چراغ ہو لیکن اگر تم نے میرے نبی مکرم کی خوشنودی حاصل نہ کی اور تمہاری کسی غلطی سے ناراض ہو کر آپ نے تمہیں اپنے شرف زوجیت سے محروم کر دیا......الخ۔‘‘ [۳۰۰/۵]

غلطی کا ارتکاب اور اس پر تادیب کب ہوتی ہے؟ جب راہِ اعتدال کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تاویلات کے کتنے بھی حسین غلاف چڑھا دیے جائیں، جب خود قرآن میں مذکورہ ازواج مطہرات کے رویے کی نازیبائی کو واضح الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے تو اس حقیقت کے تسلیم کرنے سے نہ ان کی شان میں کوئی کمی آتی ہے اور نہ حقیقت کے بیان کرنے والے کا مقصد ہی ان کی تنقیص و اہانت ہے۔ وہ ہم سب مسلمانوں کی مائیں ہیں، اللہ نے ان کو جس بلند مرتبہ و مقام پر فائز کیا ہے اس کا خیال رکھنا اور اس کا احترام کرنا ہر مسلمان کا فرض اور اس کے ایمان کا تقاضہ ہے۔ صرف الفاظ کے اُلٹ پھیر سے ہم کسی بھی مترجم اور مفسر کو یہ دوش نہیں دے سکتے کہ اس نے فلاں لفظ یا فلاں تعبیر سے ان کی توہین کی ہے۔ سوائے ایک فرقہ باطلہ کے جس کے مذہب کی ساری بنیاد ہی صحابہ رضی اللہ عنہم و صحابیات رضی اللہ عنہن سے بغض و عناد پر ہے۔

ان آیات میں خطاب کن دو ازواج مطہرات سے ہے؟ گزشتہ تفصیلات سے اگر چہ واضح ہو چکا ہے کہ اس واقعہ میں جن ازواج مطہراتؓ کا معاملہ زیر بحث آیا ہے وہ حضرت حفصہ وحضرت عائشہ رضی اللہ عنہما ہیں تاہم اصلاحی صاحب نے اس پر بھی پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اس لیے آگے چلنے سے پہلے صحیح روایات کی روشنی میں ان دونوں ازواج مطہراتؓ کے ناموں کی صراحت کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے، چنانچہ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''میری یہ ہمیشہ خواہش رہی کہ میں حضرت عمر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے ان دو عورتوں کے بارے میں پوچھوں جن کی بابت اللہ نے فرمایا ہے: ﴿اِنْ تَتُوْبَا اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾ یہاں تک کہ ایک مرتبہ مجھے ان کے ساتھ حج کرنے کی سعادت حاصل ہوگئی تو ایک جگہ موقع ملنے پر میں نے ان سے پوچھا: اے امیر المومنین! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے وہ دو عورتیں کون ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنْ تَتُوْبَا اِلَى اللّٰهِ......﴾؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ابن عباس رضی اللہ عنہما! تجھ پر تعجب ہے یعنی یہ بات ابھی تک تجھے معلوم نہیں! وہ حفصہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما ہیں۔'' [صحیح مسلم]

﴿فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾ کی خانہ ساز تفسیر: اب اصلاحی صاحب کی تفسیری روایات اور ۱۴ سو سالہ متفقہ تفسیر کے برعکس، خانہ ساز تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

1......موصوف ﴿وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا......﴾ آیت لکھ کر فرماتے ہیں: ''اوپر کی آیت ﴿لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ......﴾ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا احتساب تھا۔ اس آیت میں ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک بیوی کی فروگزاشت پر گرفت فرمائی کہ انہوں نے حضور کی کوئی بات، جو آپ نے بطورِ راز دان سے فرمائی، کسی دوسری بیوی پر ظاہر کر دی۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس غلطی پر ٹوکا تو اس پر نادم ہونے کے بجائے انہوں نے اس ٹوکنے کو اپنی خودداری کے خلاف محسوس کیا اور جن بیوی پر ظاہر کیا گیا تھا انہوں نے بھی اس کو ناگوار جانا......الخ۔''

ٹوکنے پر ایک بیوی نے ٹوکنے کو خودداری کے خلاف محسوس کیا اور دوسری بیوی نے اس کو ناگوار جانا، دونوں بیویوں کے بارے میں ان دونوں باتوں کا ماخذ کیا ہے؟ روایات میں تو ہمارے علم کی حد تک ایسی کوئی

بات نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو موصوف راویانِ حدیث پر برس پڑتے کہ دیکھو! انہوں نے دونوں بیویوں پر کس طرح کیچڑ اُچھالا ہے لیکن موصوف جو کچھ ان کی طرف منسوب کردیں، وہ عین ادب واحترام ہے!

ہم نے آیات کے الفاظ پر غور کیا کہ شاید اس کے کسی لفظ میں یہ مفہوم پوشیدہ ہو، لیکن ہمیں قصورِ علم کے ساتھ قصورِ فہم کا بھی اعتراف ہے کہ ہمیں کسی بھی لفظ میں ایسا اشارہ نہیں ملا جس سے دونوں بیویوں کے مذکورہ احساسات کا سراغ مل سکے۔ اس لیے ہم یہ مطالبہ کرنے میں حق بہ جانب ہیں کہ وہ مذکورہ احساسات کا قرآنی یا حدیثی ماخذ واضح کریں۔ یہ اصلاحی صاحب کے حلقہ تلمذ کی ذمہ داری ہے۔

2......دوسری بات اصلاحی صاحب نے یہ فرمائی ہے: ''مفسرین نے عام طور پر اس واقعہ کو اوپر والے واقعہ ہی سے جوڑ کر ایک ناگوار داستان کی شکل دے دی ہے لیکن عربیت کے لحاظ سے یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ واقعہ اوپر کے (شہد کے نہ پینے) کے واقعہ ہی کا حصہ ہو بلکہ اقرب یہ ہے کہ یہ ایک دوسری بات کا حوالہ ہو جس کا صدور ازواجِ نبی میں سے کسی سے ہوا ہو جس پر اللہ تعالیٰ نے گرفت فرمائی۔'' [تدبر قرآن: ۸/۴۶۰]

شانِ نزول کی صحیح روایات سے اِعراض وگریز کا نتیجہ ہے کہ موصوف کو ڈور کا سرا ہی نہیں مل رہا کہ وہ اس کو سلجھا سکیں۔ روایات سے تو یہ واضح ہے کہ اس آیت کا تعلق ماقبل کی آیت ہی سے ہے اور یہ ایک ہی واقعہ ہے نہ کہ دو۔ اگر روایت تسلیم نہیں ہے جس کی رو سے یہ پہلی آیت ہی کی توضیح وتفصیل ہے تو ٹامک ٹوئیاں مارنے کی بجائے واضح دلیل سے، یعنی قرآنی الفاظ سے ثابت کریں کہ یہ دوسرا واقعہ کیا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی گرفت فرمائی؟ محض ''عربیت'' کی دُہائی سے یہ خلا پُر نہیں کیا جاسکتا جو انکارِ حدیث کی وجہ سے پیدا ہوا ہے جس کی کوئی دلیل نہ ہو، اسے محض ''عربیت'' کے حوالے سے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

علاوہ ازیں مفسرین نے اس آیت کو اپنے قیاس ورائے اور اپنے تخیلات کے زور پر ''اس کو اوپر والے واقعہ سے جوڑ کر ایک ناگوار داستان'' نہیں بنائی ہے، بلکہ اس کی بنیاد وہ صحیح روایات ہیں جو اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ یہ پہلی آیت ہی کا حصہ ہے اور یہ ایک داستان نہیں ہے بلکہ نبی ﷺ کی زندگی کا ایک نہایت اہم واقعہ ہے جس میں اُمت کے لیے بہت سی عبرتیں اور حکمتیں ہیں۔

3......تیسری بات اصلاحی صاحب نے فرمائی ہے:

''زبان کا یہ نکتہ یاد رکھیے کہ ''و اذ'' سے بالعموم کسی دوسرے مستقل واقعہ ہی کا حوالہ دیا جاتا ہے۔''

یہ دعویٰ بھی بے بنیاد ہے۔ سارا قرآن اس دعوے کی نفی کر رہا ہے البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک واقعہ کی جزئیات کو الگ الگ بیان کرنے کے لیے قرآن میں "و اذ" کا استعمال عام ہے لیکن ایک ہی واقعے کی مختلف جزئیات کو "دوسرا مستقل واقعہ" قرار نہیں دیا جا سکتا جیسا کہ دعویٰ کیا گیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے! قرآن کریم کا اسلوب، حضرت آدم کی تخلیق کے وقت کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے واقعہ کی کئی جزئیات بیان کرنے کے بعد اسی کا ایک جز اس طرح بیان فرمایا ہے: ﴿وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ﴾ [البقرۃ:۳۴] یہ الگ مستقل واقعہ قطعاً نہیں ہے بلکہ تخلیق کے بعد کی تفصیلات ہی کا ایک جز ہے جو "و اذ" ہی کے لفظ سے شروع ہو رہا ہے ﴿يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ﴾ [البقرۃ:۴۷] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جس "انعام" کا ذکر کیا ہے اس کی تفصیلات اللہ تعالیٰ نے "و اذ" ہی کے ساتھ الگ الگ بیان کی ہیں: ﴿وَ اِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ﴾ ﴿وَ اِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ﴾ ﴿وَ اِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى﴾ ﴿وَ اِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ......﴾ ﴿وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ......﴾ یہ واقعات اگرچہ مختلف اوقات میں ہوئے لیکن سب انعاماتِ الٰہی ہی کی تفصیل ہے، اس لیے ان کو انعامات کی جزئیات ہی کہا جائے گا۔ جنگ بدر کی تفصیلات بھی اللہ تعالیٰ نے "و اذ" کہہ کر ہی بیان کی ہیں [انفال:۲۰-۲۳]

بہر حال یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ قرآن میں الگ الگ واقعات کیلئے بھی یہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے اور ایک ہی واقعے کی جزئیات وتفصیلات کے بیان کرنے کے لیے بھی اس اسلوب کی مثالیں ملتی ہیں۔ اس میں اصل چیز آیات کا سیاق ہے۔ اس کی روشنی میں ہی اس امر کا تعین ہوگا کہ یہ الگ واقعہ ہے یا ایک ہی واقعہ کی جزئیات وتفصیلات ہیں ﴿وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ......﴾ کا سیاق بتلا رہا ہے کہ اس کا تعلق ماقبل کے واقعے ہی سے ہے۔ اس کی تائید شان نزول کی صحیح اور متفقہ علیہ روایات سے بھی ہوتی ہے۔ جب کہ اس کو الگ واقعہ قرار دینے کی کوئی دلیل ہے نہ اصلاحی صاحب پیش ہی کر سکے ہیں سوائے ظن اور گمان کے، دلیل واضح کے مقابلے میں ظن اور گمان کی کوئی حیثیت نہیں: ﴿وَ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا﴾ [النجم:۲۸]

4...... موصوف نے فرمایا ہے: "یہاں قرآن نے اس بات کی کوئی وضاحت نہیں کی ہے کہ حضور ﷺ نے کیا راز کی

بات کہی اور کس بیوی سے کہی بلکہ اس کو پردے ہی میں رکھا ہے اس وجہ سے ہم اس راز کے درپے ہونا جائز نہیں سمجھتے۔

معاف فرمایئے! اس کو ''درپے ہونا'' نہیں کہتے۔ اس راز سے احادیث میں پردہ اُٹھادیا گیا ہے۔ اس راز کو اُٹھانے والے محدثین اور مفسرین نہیں ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہماری اور آپ ہی کی مائیں نہیں ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی مائیں تھیں۔ جب انہوں نے اس راز کی وضاحت کرنے میں امہات المومنین کی توہین نہیں سمجھی تو ان روایات کے بیان کرنے والے کس طرح توہین کے مرتکب قرار دیے جاسکتے ہیں؟ یہ تو اپنا اپنا عقیدہ اور اس پر مبنی طرزِ عمل ہے۔ اہل سنت صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہن کی عظمت وتقدس کے قائل ہیں بلکہ یہ ان کے عقیدہ وایمان کا حصہ ہے، تاہم وہ ان کو معصوم اور بشری کمزوریوں سے پاک نہیں سمجھتے۔ علاوہ ازیں وہ بزرگی کا مطلب بھی یہ نہیں سمجھتے کہ ان سے غلطی کا صدور نہیں ہوسکتا، یا اگر ہوجائے تو اس سے ان کی تقدس مآبی ختم ہوجاتی ہے۔ اس لیے وہ صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہن کی بشری کمزوری کی وجہ سے ہونے والی کسی غلطی کوتاہی کا انکار کرتے ہیں اور نہ اس کی وجہ سے ان کی اُس عظمت وتقدس مآبی کا انکار کرتے ہیں جو ان کی بعض کوتاہیوں کے باوجود اللہ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے۔

آخر اس سے پہلی آیت ﴿لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ﴾ میں بھی تو اللہ نے پردہ رکھا ہے۔ قرآن میں کہاں یہ وضاحت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چیز حرام کی تھی وہ شہد تھا؟ اصلاحی صاحب نے شہد والی روایات کو تسلیم کرتے ہوئے ہی تو اس راز کی وضاحت کی ہے حتیٰ کہ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فروگزاشت بھی قرار دیا ہے۔[تدبر قرآن:۸/۴۵۷،۴۵۸] جب اس راز کی وضاحت حدیث کی روشنی میں کردی گئی ہے اور اس کو فروگزاشت تسلیم کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام نبوت وعصمت بھی مجروح نہیں ہوتا تو مذکورہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے متعلق ابہام یا راز کی وضاحت حدیث سے ہورہی ہے تو اس کو ماننے سے گریز کیوں ہے؟ یا اس کی وضاحت کو امہات المومنین کی عظمت وتقدس کے خلاف سمجھنے میں کون سی معقولیت ہے؟ اللہ نے ان کی اس فروگزاشت کو بھی تو معاف فرمادیا ہے۔ کیا یہ وہی روش تو نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی بیان فرمائی ہے؟ ﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَ تَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾[البقرۃ:۸۵]

اصلاحی صاحب کا ایک بہت بڑا تضاد: یہاں اصلاحی صاحب اور ان کے خوانِ علم کے ریزہ چینوں کا یہ تضاد بھی عجیب ہے کہ سورۂ تحریم میں بیان کردہ صحابیات کی فروگزاشت کی وضاحت کو، جب کہ وہ

صحیح روایات وآثار صحابہ سے ثابت ہے، ان کی طرف سے امہات المومنین کی توہین قرار دیا جا رہا ہے، جب کہ حضرت ماعز بن مالک اور غامدیہ صحابیہ کو اصلاحی صاحب سمیت یہ گروہ بہ تقاضائے بشریت ایک موقع پر زنا کا صدور ہونے پر انہیں معاف کرنے کے لیے تیار نہیں، جب کہ نبی کریم ﷺ نے خود ان کی صالحیت اور سچی توبہ کی گواہی دی ہے لیکن یہ گروہ حضرت ماعز کو (نعوذ باللہ) غنڈہ، بدمعاش اور اوباش اور اسی طرح اس پاک باز صحابیہ کو پیشہ ور زانیہ اور چکلے چلانے والی قرار دینے پر مصر ہیں۔ کیا یہ ان جلیل القدر صحابہ و صحابیہ کی توہین نہیں ہے؟

امہات المومنین کی پاک بازی کا تصور یقیناً صحیح ہے۔ الحمدللہ ہمارے سمیت تمام اہل سنت کا ان کی پاک بازی اور عظمت کے بارے میں یہی تصور ہے اور اس کی وجہ صحابہ کی عظمت وتقدس کا عقیدہ ہے اور ان کی بعض بشری کمزوریوں کی بنیاد پر، جن کو اللہ نے معاف فرما دیا ہے، ان کی تنقیص وتوہین صحابیت کے قصر رفیع میں نقب زنی ہے۔ اس عقیدہ عظمت میں فرق مراتب کے باوجود سب صحابہ وصحابیاتؓ شامل ہیں، کسی بھی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کی توہین بھی ہمارے نزدیک ایمان کے منافی ہے، کیونکہ اس سے قرآن کا انکار لازم آتا ہے۔

فراہی گروہ مذکورہ ازواج مطہرات کے بارے میں تو بڑی حساسیت کا مظاہرہ کر رہا ہے اور ان کی عظمت کے پیش نظر ان کی بشری فروگزاشت کی وضاحت بھی ان کیلئے گرانیِ طبع کا باعث ہے لیکن دوسری طرف حضرت ماعز وغامدیہ وغیرہ صحابہ کی سخت توہین کر رہا ہے اور انہیں اوباش اور غنڈہ ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے: ﴿اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ﴾ [ص:۵]

کیا اصلاحی صاحب کی وضاحتیں ان کی عظمت کے خلاف نہیں؟

علاوہ ازیں یہ بات بھی وضاحت طلب ہے کہ اصلاحی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ دونوں بیویاں روٹھ گئیں، انہوں نے ناگوار جانا، رسول اللہ ﷺ کی بات پر روٹھ جانا یا اسے ناگوار جاننا رسول اللہ ﷺ کے مقام ومرتبہ کے اعتبار سے کیا جائز رویہ تھا؟ یہ بھی تو ازواج مطہرات کا نازیبا رویہ ہی کہلائے گا۔ اسی طرح افشائے راز بھی کیا فروگزاشت ہی نہیں جو موصوف کو بھی تسلیم ہے؟ جب ان پاک باز ہستیوں کی طرف سے ان باتوں کا صدور مسلمہ ہے اور ان کی وجہ سے ان کی عظمت پر خود اصلاحی صاحب کے نزدیک بھی کوئی حرف نہیں آتا تو یہ راز کیا تھا؟ اس کو اگر احادیث نے کھول دیا ہے تو اس سے ان کی عظمت پر حرف کس طرح آجائے گا کہ ان احادیث کا انکار کر دیا جائے؟ (جاری ہے)